شُکر اور صبر

خُرّم مُرادؔ

منشُورات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

وَعَنْ اَبِیْ یَحْیٰی صُهَیْبِ ابْنِ سِنَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـه ﷺ "عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ کُلَّهٗ لَهٗ خَیْرٌ. وَلَیْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ. اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّهٗ (مسلم)

باسمہ

یہ حدیث جو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا' حضرت صہیبؓ نے روایت کی ہے۔ مسلم اور مسند احمد بن حنبلؒ کے اندر یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ اس کا سارا معاملہ بھلائی کا معاملہ ہے۔ اور یہ صورت حال سوائے مومن کے کسی کے بھی حصّہ میں نہیں آتی۔ اگر اسے کوئی فراخی یا آسانی میسر ہے تو وہ شکر کرتا ہے' اور یہ اس کے لیے خیر کا معاملہ ہوتا ہے' اور اگر کوئی مصیبت یا تنگی آپڑتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے' اور یہ بھی اس کے لیے بہتری اور خیر کا معاملہ ہوتا ہے''۔

دوسری جگہ جہاں حدیث نقل کی گئی ہے' وہ اس بات سے شروع ہوتی ہے کہ جو مرد مومن ہو وہ کیا ہی خوب آدمی ہے۔ اس کے بعد پھر یہ الفاظ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اچھائی' فراخی' کوئی آسانی' کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس پر شکر کرتا ہے اور یہ اس کے

لیے بڑی بھلائی کا سبب ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی تکلیف یا مصیبت پڑتی ہے تو اس پر وہ صبر کرتا ہے اور یہ معاملہ بھی اس کے لیے بڑی بھلائی اور خیر کا معاملہ ہوتا ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے تعلق کی اس بنیاد کا ایک حصہ بتایا گیا ہے جس کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور آپؐ کی تعلیمات کے مطابق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ہم سب کو کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی بندگی اس طرح کریں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اللہ کی بندگی کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس بات پر یقین رکھیں کہ اس دنیا کے اندر سارے اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ جو کچھ بھی انسان کو ملتا ہے یا اس سے روک لیا جاتا ہے‘ جو اس کو اچھائی پہنچتی ہے یا بھلائی پہنچتی ہے‘ یہ سب اللہ کے حکم‘ اس کی مشیت اور اس کی اجازت سے ہوتی ہے۔ اسی لیے اس بات کی تعلیم دی گئی کہ جو کچھ مانگنا ہے‘ اللہ سے مانگو‘ جو سوال کرنا ہے‘ اس سے کرو‘ اور جو مدد طلب کرنی ہے اس سے طلب کرو۔ اس لیے کہ ساری مخلوق‘ اور مخلوق کے معنیٰ ہیں کہ خالق کے علاوہ ہر چیز‘ اگر سب مل کر بھی تمھیں کوئی نفع پہنچانا چاہیں تو اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور نقصان پہنچانا چاہیں تو اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ حدیث کے اندر بھی اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت‘ اس کا حکم‘ اس کا ارادہ‘ وہی سب سے غالب امر اور سب سے زیادہ کارفرما قوت ہے۔

یہ حدیث بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ تم سب بھوکے ہو‘ اور میں تم کو کھانا کھلاتا ہوں‘ تم سب پیاسے ہو اور میں تم کو پانی پلاتا ہوں‘ تم سب بے لباس ہو اور میں تم کو لباس

پہناتا ہوں۔ تم سب خطائیں کرتے ہو اور میں تم کو معاف کرتا ہوں۔ کھانا مجھ سے مانگو‘ پینا مجھ سے طلب کرو‘ لباس مجھ سے مانگو‘ غلطیاں کرو تو بخشش و مغفرت مجھ سے طلب کرو۔ اور تم اگر سب کچھ بھی مانگ لو‘ ساری کی ساری مخلوق جمع ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ مانگ سکتی ہے وہ مانگ لے‘ تب بھی میری مملکت اور خزانوں کے اندر اس سے زیادہ کمی نہیں ہوتی کہ ایک مچھر اپنا ایک پر پانی میں ڈال کر نکال لے یا کوئی سوئی کسی عظیم الشان سمندر میں ڈبو کر نکال لی جائے‘ یعنی کوئی بھی کمی نہیں ہوگی۔ میرے کام تو ایسے ہیں کہ میں کہتا ہوں ’’کُــــنْ‘‘ تو وہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے لیے کسی مادی وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

پھر اس بات کا حکم ہے کہ سب سے بڑھ کر محبت اللہ کی ہو اور اطاعت اسی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی تعلق کے دو پہلو صبر اور شکر کے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ہم کو دنیا کے اندر جو حالات بھی پیش آتے ہیں‘ وہ ان دو میں سے کسی ایک حالت سے خالی نہیں ہوتے۔ دو ہی قسم کے معاملات پیش آتے ہیں۔ ایک وہ جو ہم کو پسند آئیں‘ جن سے ہم کو کچھ ملے‘ جن سے ہم خوش ہوں‘ جن سے کہ ہم کو فراخی اور وسعت نصیب ہو۔ دوسرے وہ معاملات جو ہم کو ناگوار ہوں‘ جو ہمارے لیے ناپسندیدہ ہوں‘ جن سے ہم کو کوئی تکلیف پہنچے۔ کوئی بھی زندگی کا معاملہ ان دو حالات سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا کوئی معاملہ بھی خیر سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر وہ معاملہ پیش ہو جو اسے پسند آئے‘ جس میں اسے کچھ نصیب ہوتا ہے‘ کچھ ملتا ہے‘ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ ایسا رکھا ہوا ہے کہ وہ بڑا اجر اور ثواب حاصل کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا ہے اور دنیا و آخرت کی بڑی نعمتیں سمیٹ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی

مشکل پڑے یا کوئی مصیبت پڑے' کوئی تنگی پیش آئے تو یہ معاملہ بھی اس کا خیر اور بھلائی سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں اگر وہ صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے حساب اجر و ثواب سمیٹتا ہے اور اس کے خزانے اس کو بخشے جاتے ہیں۔

مومن کا تو سارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ وہ سارا کا سارا بھلائی کا اور خیر کا معاملہ ہے۔ شکر اور صبر' یہ ذہن کی' عمل کی اور دل کی دو کیفیات ہیں۔ یہ بڑی اہم باتیں ہیں اور ان کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں ان کو اختیار کر لیں تو ہماری زندگی ان بے شمار مصائب و آلام اور مشکلات سے پاک ہو سکتی ہے جس کا وہ شکار ہے۔

شکر کے معنوں میں سب سے پہلے یہ احساس ہے کہ جو کچھ بھی ملنا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنا ہے۔ منعم وہ ہے۔ ہر چیز اس کی عطا کی ہوئی ہے۔ جس سے مل رہا ہے اس کے آگے شکر گزاری کا جذبہ ہونا چاہیے۔ اس کا زبان سے اظہار ہو' اور اس کی نعمت کا اس طرح استعمال ہو جو اس کی پسند کے مطابق ہو۔ یہ تین باتیں شکر کے اندر شامل ہیں۔

سارے دین کی بنیاد یہی شکر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کا آغاز حمد کے کلمے سے کیا۔ فرمایا کہ "الحمد للہ" کا کلمہ تو ایسا ہے کہ ساری میزان کو بھر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکر کا تعلق پوری زندگی میں قائم ہونا چاہیے۔ یہ تعلق ایک زندہ اور متحرک تعلق ہے' ایک ہمہ وقتی تعلق ہے۔ یہ اس لیے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب آپ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات نہ ہو رہے ہوں۔ یہ سانس بھی جو ہر لمحہ اندر جاتا اور آتا ہے' اللہ کا انعام ہے۔ اس نے جسم کے اندر وہ مشین رکھی ہے جو باہر سے سانس لے سکے اور اندر خون صاف کر کے گندی سانس باہر پھینک سکے۔ اگر وہ صحیح کام کر رہی ہے تو یہ اس کا انعام ہے۔ اگر اس نے بغیر مانگے چاروں طرف ہوا کا نظام پیدا کر دیا ہے جو زندگی گزارنے

کے لیے ضروری ہے تو یہ اس کا انعام ہے۔ اگر آپ غور کریں تو ہر سانس جو اندر جاتا ہے اور ہر سانس جو باہر آتا ہے اس سے آدمی پر شکر کی کیفیت، شکر کا اظہار، شکر کا جذبہ اور شکر کا عمل واجب ہو جاتا ہے۔ سانس زندگی میں کسی وقت بھی نہیں رکتا، اس لیے کہ اگر سانس رک جائے تو زندگی ختم ہو جائے۔

اس کے علاوہ بھی اس کی بے شمار نعمتیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نے ان کے بارے میں خود فرمایا ہے: ”وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ط (ابراھیم ۱۴: ۳۴) ”اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بے شمار نعمتیں کسی نہ کسی حال میں ہم کو پہنچتی رہتی ہیں۔ لیکن یہ نعمتیں اتنی عام ہوتی ہیں کہ ان کا شعور اور احساس ختم ہو جاتا ہے۔ جو چیز ہر لحہ مل رہی ہو، بغیر مانگے مل رہی ہو، بغیر کوشش کے مل رہی ہو، بغیر سوال کے مل رہی ہو، تو بالآخر یہ احساس دل سے رخصت ہو جاتا ہے کہ یہ بھی کوئی بہت بڑی نعمت ہے جو ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ حالانکہ ان میں سے ایک چیز بھی آدمی سے چھن جائے تو پھر وہ جس طرح اس کے لیے روتا ہے، گڑگڑاتا ہے، جزع و فزع کرتا ہے، اپنی مصیبت پر شکوے کرتا ہے، وہ اس بات کو بتانے کے لیے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کتنی بڑی نعمت ہے۔ آنکھ میں اگر کھٹک پیدا ہو جائے تو آدمی کو چین نہیں آتا، جسم میں کہیں درد ہو جائے تو آدمی کبھی اِس کروٹ لیٹتا ہے کبھی اُس کروٹ لیٹتا ہے، اسے چین نہیں ملتا۔ کان میں خرابی پیدا ہو جائے تو بھی یہی حال ہوتا ہے، غذا کا وہ سلسلہ جو جاری ہے، رک جائے تو نعمتوں کی قدر ہوتی ہے۔ قحط پڑ جائے، سیلاب آ جائے تو ہر کسی کو اللہ یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح دن اور رات کا نظام چل رہا ہے، اس کے فوائد شمار نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے کہا ہے کہ رات ہی رہے دن نہ ہو، یا دن ہی رہے رات نہ آئے، تب

دن رات کی قدر ہوگی۔ چونکہ یہ ساری چیزیں عام ہیں اور بغیر مانگے ملتی ہیں، صبح شام ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لیے ان کے نعمت ہونے کا احساس رخصت ہو جاتا ہے۔

پھر وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ خاص طور پر عنایت کرتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں پر اپنی نعمتوں کا احسان جتایا ہے اور شمار کرایا ہے لیکن ہم میں سے جو آدمی بھی آنکھیں بند کر کے، پیدائش سے لے کر اب تک کی اپنی زندگی پر غور کرے گا تو وہ یہ محسوس کرے گا کہ اس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا خاص معاملہ ہے۔ وہ دیکھے گا کہ پیدائش سے لے کر اب تک کی زندگی جو گزری ہے اس میں بے شمار نعمتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اسے عنایت کی ہیں۔ ہر شخص اپنے اوپر ان ذاتی احسانات کا احساس رکھتا ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شعور رکھے گا، تو ہر لحہ اس کا شکر ادا کرے گا۔

اس حدیث میں ایک اور خاص پہلو کی طرف اشارہ ہے کہ مومن کو جب بھی کوئی کشادگی نصیب ہوتی ہے اور خوشی کا معاملہ ہوتا ہے، تو وہ اس پر شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ اتراتا نہیں ہے کہ یہ سب کچھ میرے دست و بازو کی کمائی ہے، یہ میری تقدیر میں لکھا ہوا ہے، میں نے اپنی تدبیر سے یہ گرہ سلجھائی ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ مجھے معلوم تھا کہ اس میں اس طرح نفع ہوگا، اس لیے مجھے یہ نفع ہوا ہے۔ میں نے اس وقت یہ پلاٹ خرید لیا تھا، کاروبار میں روپیہ لگا دیا تھا، مجھے اس وقت اپنے مرض کا پتہ لگ گیا، میں ڈاکٹر کے پاس چلا گیا، ڈاکٹر نے دوا دے دی۔ ایک حقیقی مومن ان کے مادی اسباب تلاش نہیں کرتا بلکہ وہ اس بات کو جانتا ہے کہ جو بھی نعمت پہنچتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ وہ اس کے اوپر شکر کی روش اختیار کرتا ہے۔

لہٰذا شکر کا ایک حصہ یہ ہے کہ اس کا دل اس جذبے سے بھر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ

کے ساتھ محبت کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا ہاتھ ہر وقت اس کو سہارا دیتا ہے' اس کو سنبھالتا ہے' اس کو ہر چیز پہنچاتا ہے۔

شکر کا اظہار زبان سے بھی ہوتا ہے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے' لیٹتے اللہ کی حمد کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور اس کے بعد اس کا عمل بھی شکر کے مطابق ہوتا ہے۔ شکر صرف اس کا نام نہیں ہے کہ آدمی دل میں شکر کا اقرار کرلے' شکر اس کا بھی نام نہیں ہے کہ زبان سے کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں' بلکہ فرمایا کہ ''اعملوآ اٰل داؤد شکراً'' داؤد کے گھرانے والوں کا شکر کا عمل کرو۔ تمھارا عمل بھی اس بات پر گواہ ہو کہ یہ نعمت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ وہ اس کی مرضی کے خلاف' اس کے حکم کے خلاف استعمال نہ ہو۔ اس کی مرضی کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق استعمال ہو۔ اس کی نعمتیں ان طریقوں سے حاصل نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیے ہیں اور جو اس کو ناپسند ہیں۔

بہت کم لوگ ہیں جو فی الواقع اللہ کے شکر کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ قلیل من عبادی الشکور (سبا ۳۴:۱۳) ''میرے بندوں میں کم ہی شکرگزار ہیں''۔ میرے بندوں میں تھوڑے لوگ ہیں جو اس بات کو محسوس کرتے ہیں' مجھ ہی کو اپنا منعم اور دینے والا سمجھتے ہیں' اور میرے ہی آگے شکر کے ساتھ سربسجود ہوتے ہیں اور شکر کی زندگی بھی گزارتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شکر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ وہ شکر کا عمل بھی اختیار کرتے ہیں۔ شکر کی روش زندگی کے لیے سہولت' اور دل کے لیے سکون اور چین ہے۔ ایسی روش اختیار کرنے والے کا ہر لمحہ خوشی میں گزرتا ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا کہ وہ پریشانیوں کا شکار ہو جائے۔ آپ خود ہی سوچیں کہ جو سمجھ رہا ہو کہ صبح شام اللہ کے خزانے میرے گھر پر برس رہے ہیں' صبح شام اللہ کی نعمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ملی ہے' خواہ وہ رشتہ داریاں ہوں' قرابتیں ہوں' تجارت ہو' کاروبار ہو' صحت ہو' مرض کے بعد شفایابی ہو' ایسے آدمی کے لیے ہر حال میں اطمینان و خوشی کا' اور سکون کا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ دل کے لیے بھی سکون کا سرچشمہ ہے' تعلقات کے لیے بھی سکون کا سرچشمہ ہے۔ اس طرح ساری زندگی اطمینان اور سکون سے بھر جاتی ہے۔

پھر اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آدمی کو ناگوار اور ناپسندیدہ حالت پیش آئے' اس کو مصیبت پہنچے' تو وہ صبر کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کے اندر بھی بے پناہ اجر رکھ دیا ہے۔ یہ مومن کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ صبر کے معنی روکنے کے ہیں۔ صبر کے معنی صرف یہ نہیں ہیں کہ آدمی رونا دھونا نہ کرے' بلکہ اس کے معنی ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو ہر اس چیز سے روک لے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ مصیبتوں کے موقع پر رونا دھونا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے' اور یہ سمجھنا کہ مصیبتیں کہیں اور سے آگئی ہیں' یہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ صبر کے معنی یہ ہیں کہ آدمی رونا دھونا نہ کرے' چیخنا چلانا نہ کرے' بلکہ اس کو من جانب اللہ سمجھ کر صبر کا راستہ اختیار کرے۔

آپ غور کریں تو دو قسم کے حالات میں صبر کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک یہ کہ آدمی پر ایسی مصیبت پڑے جو اس کے بس میں نہ ہو۔ کسی کی موت ہو جائے' کوئی بچہ اللہ تعالیٰ واپس لے لیں' چاہنے والا رخصت ہو جائے' کوئی مرض ہو جائے' کوئی مال کا نقصان ہو جائے' جسم کے کسی حصے پر چوٹ پڑ جائے اور اس کا نقصان ہو جائے۔ یہ چیزیں آدمی کے اختیار میں نہیں ہیں' اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اس کے آزمائش اور تربیت کے قانون کے تحت یہ صورتیں پیش آتی ہیں۔

یہ مسئلہ ہمیشہ انسان کو پریشان کرتا رہا ہے کہ زندگی کے اندر یہ رنج' غم اور پریشانی

کیوں ہے؟ عام طور پر اس کے بارے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے کیا ملتا ہے؟ کیا اللہ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ان آزمائشوں کو ہم سے دور فرما دیتا' یا ہم پر یہ نہ آتیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی ہے کہ کسی مخلوق کے لیے یہ سوال کہ خالق کو کیا ملتا ہے' اس کے دائرے سے باہر ہے۔ اس لیے کہ خالق کو ملنے اور نہ ملنے کا سوال مخلوق اپنے اوپر قیاس کر کے کرتی ہے۔ ہم معاملات کے بارے میں یوں سوچتے ہیں کہ اس سے ہمیں کیا نفع ہوا اور کیا نقصان ہوا؟ کیا ملا اور کیا چھن گیا؟ لیکن خالق ان چیزوں سے بالکل ماورا ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خالق کے لیے مخلوق سوچے۔ مخلوق کی سوچ اور فکر محدود ہے اور خالق کی ذات لامحدود ہے' آدمی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ تو یہ سوال کرنے کے بجائے کہ بندوں کو تکلیف پہنچا کر اس کو کیا ملتا ہے' سوال تو یہ کرنا چاہیے کہ ہمیں کیا ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرما دیا ہے کہ نعمتیں ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی ہیں اور نہ ہی رنج و غم اور آلام و مصائب ہمیشہ کے لیے ہوتے ہیں۔ وقت کا دریا بہتا رہتا ہے۔ مصیبت آدمی کو ہمیشہ کے لیے پکڑ کر نہیں بیٹھ سکتی۔ بالآخر موت ساری مصیبتوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اور نہ کوئی نعمت ایسی ہے کہ آدمی ہمیشہ کے لیے اس کو پکڑ کر بیٹھ جائے۔ یہ تو اس لیے ہے کہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون زیادہ نیک عمل کرنے والا ہے۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ۶۷:۲)۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھاری پرورش کرے' تمھاری تربیت کرے' تمھیں آزمائے اور تم بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرو۔ یہ چند لمحات کی زندگی جو تمھیں ملی ہے' باقی رہنے والی نہیں ہے۔ جو نعمتیں تم کو ملی ہیں' یہ بھی ختم ہونے والی ہیں۔ جو رنج و غم اور الم پہنچتا ہے' یہ بھی مٹ جانے والا ہے۔

دنیا کے اندر وقت بہت سارے زخموں کو مندمل کر دیتا ہے اور بالآخر ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ ساری چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ لیکن جو صبر کا راستہ اختیار کریں ان کے لیے ہم نے بے حساب اجر تیار کر رکھا ہے۔ ''وماعنداللّٰہ باق'' جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہ جانے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ رنج، غم، مصیبت کے بارے میں یہ سوال اٹھانا بے معنی بات ہے۔ اس لیے کہ اس میں سے ہر چیز عارضی ہے، صرف اس لیے ہے کہ ہم تمھیں آزمائیں اور تمھاری تربیت کریں۔ تمھیں خوشی پہنچے تو تم شکر کی روش اختیار کرو اور غم پہنچے تو صبر کی روش اختیار کرو۔ اور یہ اس لیے ہے کہ تم حسن عمل کا راستہ اختیار کرو۔

اگر کوئی مصیبت نہ آئے تو انسان بالکل خود سر، بے مہار اور بے لگام ہو جائے۔ نعمتوں کے بارے میں یہ شعور نہ ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہیں تو بھی آدمی کے کوئی لگام نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح راستے پر رکھنے کے لیے ان دو چیزوں سے گھیر دیا ہے۔ نعمتیں بھی دیتا ہے، اور مصیبتیں بھی ڈالتا ہے۔ نعمتوں پر آدمی شکر کی روش اختیار کرے تو بے انتہا اور دیتا ہے۔ اگر تم شکر کرو اور ایمان کی روش اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تو خود صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ صبر کا بے حساب اجر دیتا ہے۔ دراصل صبر اور شکر وہ راستے ہیں، جن کے اوپر آدمی کا دل، اس کا دماغ، اس کا ذہن صحیح صحیح سمت میں قائم رہتا ہے۔

صبر کا ایک پہلو وہ ہے جو آدمی کے اختیار سے باہر ہے۔ جو مصیبتیں ہمارے اوپر پڑتی ہیں، وہ ہماری اپنی لائی ہوئی نہیں ہوتیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں۔ لیکن صبر کا ایک پہلو وہ ہے جو آدمی کے اپنے اختیار میں ہے، یعنی یہ کہ ہم اللہ کی اطاعت کریں اور

ان چیزوں سے رک جائیں جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ اس کے لیے بھی صبر کی ضرورت پڑتی ہے۔ صبر کے معنی اپنے مقام کے اوپر رک جانے اور جم جانے کے' اپنے آپ کو باندھ لینے کے اور ان راہوں سے روک لینے کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ یہ ہمارے اختیار میں ہے' چاہیں تو اس کی فرمانبرداری کریں اور چاہیں تو اس کی نافرمانی کریں۔ اس کی فرمانبرداری کرنے کے لیے اور نافرمانی سے بچنے کے لیے اپنے اوپر قابو رکھنے اور صبر کرنے کی ضرورت ہے۔

صبر اور شکر کا ذکر اس لیے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے کہ دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ شکر کرنے کے لیے صبر کی ضرورت ہے' اور جب مصیبت پڑے تو سب سے بڑا شکر یہ ہے کہ آدمی مصیبت پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کریں تو ان دونوں کے تعلق کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ آدمی کے اوپر نعمتیں نازل ہو رہی ہوں اور وہ ان نعمتوں کے ذریعے اپنے رب کو پہچان جائے اور بھول نہ جائے' اس کے لیے اپنے آپ کو غفلت میں پڑنے سے روکنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے نعمتوں کو اپنے دست و بازو کی کمائی سمجھنے سے روکنے کی ضرورت ہے۔ نعمتیں آدمی کو غافل کر دیتی ہیں' لاپروا کر دیتی ہیں اور سرکشی کے راستے پر نکال لے جاتی ہیں' اس سے بھی اپنے آپ کو روکنے کی ضرورت ہے۔ جو آدمی صابر نہ ہو' وہ شکر کے درجات بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ جو صابر ہو' وہی شکر کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ وہ شکر ہے' جس کا درجہ صبر سے کم نہیں ہے۔

ایک حدیث ہے کہ جو دل کھول کر کھاتا پیتا ہے' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے' اس کا مقام اس کے برابر ہے جو روزہ رکھتا ہے اور صبر کرتا ہے' روزہ رکھتا ہے اور شکر ادا کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں آدمی کو اپنے اوپر قابو کی ضرورت ہے۔ آدمی کے اوپر اللہ تعالیٰ کی

نعمتیں ہوں تو وہ ان کو اللہ کی نعمتیں سمجھ کر استعمال کرے اور کھائے پیئے۔ اس میں اس کا حق ادا کرے' اس کا دل بھی شکر ادا کرے' اس کی زبان بھی شکر ادا کرے' اس کا عمل بھی اللہ کے راستے سے نہ ہٹے' یہ شکر ہے۔ جو کھاتا ہے' پیتا ہے' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے' شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے' اس کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہے جتنا اُس کا جو بھوکا پیاسا رہتا ہے' اللہ کے لیے روزہ رکھتا ہے اور صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ صبر کا بھی اصل درجہ یہ ہے کہ آدمی سمجھے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں پر بہت رحم کرنے والا ہے' رب العالمین ہے' رحمٰن و رحیم ہے۔ مومنین کے حق میں تو وہ خاص طور پر رحم کرنے والا ہے ''وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (الاحزاب ۳۳:۴۳)'' مومنوں کے حق میں تو وہ مسلسل رحم کا برتاؤ کرنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت بھی پہنچتی ہے تو اس میں خیر کا سامان ہوتا ہے۔

حدیث کے الفاظ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ مومن کا تو سارا معاملہ بھلائی اور خیر کا ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے نعمت پہنچتی ہے' دروازے کھلتے ہیں' فراخی نصیب ہوتی ہے تو بھلائی کا معاملہ ہے۔ اس لیے کہ وہ شکر ادا کر کے بے شمار اجر کماتا ہے۔ اگر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بھی یہ بھلائی کا معاملہ ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار اجر کماتا ہے۔ بال بچے اگر فوت ہو جاتے ہیں' آدمی صبر کرتا ہے' آخرت میں بڑے ذخیرے اور خزانے اس کے لیے جمع ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ مومن کو کوئی کانٹا چبھتا ہے' کوئی درد ہوتا ہے' کوئی چیز اس کی گم ہو جاتی ہے' کسی چیز کے بارے میں اس کو پریشانی ہوتی ہے' کوئی چیز وہ کہیں رکھ کر بھول جاتا ہے' پریشان ہوتا ہے کہ میں اس کو تلاش کروں' اگر اللہ سے اس کے دل کا تعلق قائم رہے تو یہ بھی اس کے لیے اجر کا باعث ہے۔ گناہ

مٹائے جاتے ہیں' نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی چیز گم ہوگئی۔ آپؐ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور کہا کہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومن کے لیے خیر کا سامان رکھ دیا ہے۔ مومن کی زندگی اس طرح خیر سے بھری ہوئی ہے' خیر سے گھری ہوئی ہے۔ اگر اس کو کوئی نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے' اس طرح اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی ملتی ہے۔ مصیبت کو مصیبت سمجھ کر جھیلنے کی روش بھی صحیح ہے۔ آدمی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت پڑی ہے' اس میں رونا دھونا کرنے کی بجائے صبر سے کام لے' لیکن اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا بھی صبر کا ایک درجہ ہے کہ نعمت پر ہی نہیں' بلکہ مصیبت پر بھی شکر کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس طریقے سے میری تربیت کا سامان کیا۔ میں اس سے غافل ہوسکتا تھا لیکن اس نے میرے ساتھ اپنا تعلق قائم کرلیا اور اس ذریعے سے اس نے مجھے صبر کرنے کا بے انتہا اجر دیا۔ اور سب سے بڑا اجر یہ ہے کہ اس ذریعے سے مجھے اس کا ساتھ' اس کی صحبت اور اس کی رفاقت مل گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا تو ایک بدوان کے پاس آیا۔ عرب کے صحرا کا رہنے والا بدو پڑھا لکھا یا عالم آدمی نہیں تھا۔ اس نے آکر ان کے سامنے ایک شعر پڑھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بعد میں فرماتے تھے کہ مجھ سے میرے باپ کی وفات پر کسی نے اس سے بہتر الفاظ میں تعزیت نہیں کی۔ اس شعر کا مفہوم یہ تھا کہ عباسؓ جس کے پاس گئے ہیں وہ تم سے بہت بہتر ہے' یعنی اللہ کے پاس گئے ہیں۔ اللہ کا اجر' اللہ کی معیت' اللہ کا ساتھ تمھاری دنیا کی زندگی کے ساتھ سے بہت بہتر ہے۔ اور اگر تم صبر کرو تو تمھیں جس کا ساتھ نصیب ہوگا وہ عباسؓ

سے بہتر ہے' اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ تمھیں اللہ کا ساتھ نصیب ہوگا۔

اگر اللہ ہمیشہ ساتھ ہے' اسی کا ہاتھ سب کچھ دے رہا ہے' اسی سے سب کچھ مل رہا ہے' تو نعمت پر بھی اس کا شکر ہے اور مصیبت پر بھی اس کا شکر ہے۔ ''عطائے دوست لقائے دوست'' دوست سے جب بھی کچھ ملے گا' دوست سے ملاقات ہوگی۔

سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیے۔ ایمان کی نشانی یہ ہے' ایمان کی مٹھاس اس میں ہے کہ اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت ہو: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط (البقرۃ ۲:۱۶۵) ''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں''۔ اللہ جس آدمی کا محبوب ہے اس سے اگر تکلیف بھی پہنچے تو وہ اس پر راضی بہ رضا رہے۔ خوشی پر شکر اور تکلیف پر صبر--- زندگی اسی کا نام ہے!

جس حدیث کا مطالعہ کیا گیا ہے' اس کا اُردو ترجمہ درج ذیل ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ اس کا سارا معاملہ بھلائی کا معاملہ ہے۔ اور یہ صورت حال سوائے مومن کے کسی کے بھی حصہ میں نہیں آتی۔ اگر اسے کوئی فراخی یا آسانی میسر ہے تو وہ شکر کرتا ہے' اور یہ اس کے لیے خیر کا معاملہ ہوتا ہے' اور اگر کوئی مصیبت یا تنگی آپڑتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے' اور یہ بھی اس کے لیے بہتری اور خیر کا معاملہ ہوتا ہے۔ (مسلم)

ooo